Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities

(Bi-Annual) Trilingual: Urdu, Arabic and English

ISSN: 2707-1200 (Print) 2707-1219 (Electronic)

Home Page: http://www.arjish.com

Approved by HEC in “Y” Category

Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.

Published by the Al-Khadim Foundation which is a registered organization under the Societies Registration ACT.XXI of 1860 of Pakistan

Website: www.arjish.com

Copyright Al Khadim Foundation All Rights Reserved © 2020

This work is licensed under a

Creative Commons Attribution 4.0 International License

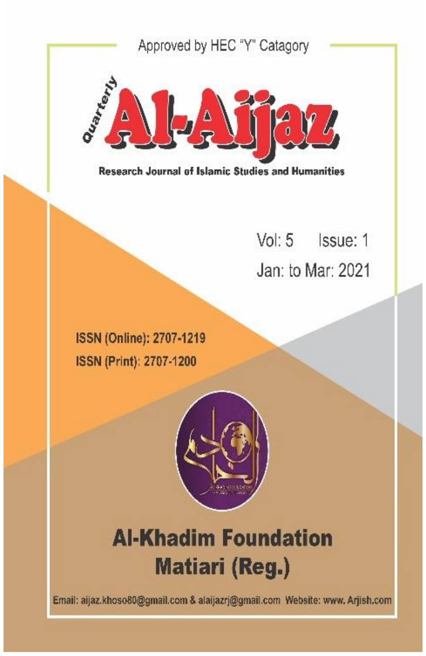

TOPIC:

Fundamental Position of Hadith in Education Philosophy of Muslim Thinkers

AUTHORS:

1. Rehana Kousar, Research Scholar, Department of Uloom Islamiya, Lahore College for Women University, Lahore.
2. Dr. Zahida Shabnam, Associate Professor, Department of Uloom Islamiya, Lahore College for Women University, Lahore.

How to cite:

Kousar, R., & Shabnam, Z. (2021). U-3 Fundamental Position of Hadtih in Education Philosophy of Muslim Thinkers. *Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities*, *5*(1), 30-45. https://doi.org/10.53575/u3.v5.01(21).30-45

URL: http://www.arjish.com/index.php/arjish/article/view/231

Vol: 4, No. 1 | January to June 2020 | Page: 30-45

Published online: 2021-03-15

QR Code

مسلم مفکرین کے تعلیمی افکار میں حدیث کی اساسات

Fundamental Position of Hadith in Education Philosophy of Muslim Thinkers

Rehana Kousar*
Dr. Zahida Shabnam**

Abstract
Islam has presented a unique and different theory about the sources and essence of knowledge. This theory is linked with idea of oneness of god (Tawheed) presented by Islam. The omnipotent Allah is the source of knowledge. The prophet (PBUH) has laid a great stress on the importance of knowledge. His approach was the finest of all. He even declares a sort of emergency for the acquisition of knowledge. His views and sayings about the learned as reflect his educational thought. The step taken by khulfa Rashidecn for the dissemination of education also reflect. Their education of educational thought. If we analogy the views and theories of other experts and Muslim scholars we come to know that hadith holds a fundamental position of their educational thought. Hadith has a profound impact on their educational thought they focused on ijtihad/ legal reasoning rather than sticking to inertia. They explained Islamic educational thought. Which is imbued with the concept of cameras of god. The explored. The think between hadith and the Quran and played a vital role in organizing Islamic educational value. So this is the need of the brear to adopt the educational thought presented by the prophet.
Keywords: Education Philosophy, Hadith, Muslim Thinkers, Knowledge, Educational Thought

اسلام نے علم کے مصدر و منبع کے اعتبار سے بالکل ایک الگ اور ممتاز نظریہ پیش کیا، جو اس کے پیش کردہ عقیدہ توحید سے جڑا ہوا ہے اور وہ یہ کہ علم کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، علیم و خبیر اور تمام علوم کا جاننے والا ہے، اس کے علم سے باہر کوئی چیز نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔

﴿واللہ یعلم ما في السمٰوات وما في الأرض واللہ بکل شيء علیم﴾[1]

(اللہ ہر چیز سے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے بخوبی آگاہ ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے)

اللہ تعالیٰ کا علم بہت زیادہ وسیع ہے اور انسان کے احاطہ سے باہر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

﴿ولا یحیطون بشيء من علمه إلا بما شاء﴾[2]

(اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر وہ جتنا چاہے،)

اسی اعتبار سے اسلام میں علم اور صاحب علم کی بہت زیادہ فضیلت ہے حضرت آدم علیہ السلام کا مسجود ملائکہ ہونا بھی علم کی بنا پر تھا اور تعلیم و تعلم کی اس سے زیادہ فضیلت کیا ہو گی کہ پہلی وحی میں ہی اس کا تذکرہ کیا گیا ہے:۔

﴿الذي علم بالقلم(4)علم الإنسان ما لم یعلم﴾[3]

(جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا، جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا)

* Research Scholar, Department of Uloom Islamiya, Lahore College for Women University, Lahore.
** Associate Professor, Department of Uloom Islamiya, Lahore College for Women University, Lahore.

قرآن مجید کی ایک سورت کا نام ہی القلم رکھا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد حضور اکرم ﷺ کی ذات ہمارے لیے علوم وفنون کا مرکز و محور ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا خود ارشاد گرامی ہے :۔((انما بعثت معلما))[4] (مجھے معلم مبعوث فرمایا گیا ہے)۔ جس قدر اہمیت تعلیم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، کسی اور نے نہیں دی۔اس میں بھی آپ ﷺ نے ایسا اسلوب پیش کیا جو سب سے عمدہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گرامی ہے: ((مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين))[5] (بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو۔) تعلیم کے حوالے سے تو آپ ﷺ نے گویا تعلیمی ایمر جینسی لگا دی تھی، جب جنگ بدر کے قیدیوں کی رہائی کا معاملہ پیش آیا تو جو قیدی فدیہ دے سکتے تھے ان سے فدیہ لیا گیا اور جو ادا نہیں کر سکتے تھے اور لکھنا پڑھنا جانتے تھے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو آزاد ہو جائیں گے۔اس حوالے سے علامہ صفی الرحمن لکھتے ہیں:۔ ''وكان أهل مكة يكتبون، وأهل المدينة لا يكتبون، فمن لم يكن له فداء دفع إليه عشرة من غلمان أهل المدينة يعلمهم، فإذا حذقوا فهو فداؤه''[6] (اہل مکہ لکھنا جانتے تھے اور اہل مدینہ کو لکھنا نہیں آتا تھا جن کے پاس فدیہ نہیں تھا دس دس بچے ان کے سپرد کر دیے گئے کہ وہ انہیں لکھنا سکھا دیں جب وہ ماہر ہو جائیں تو یہ ان کا فدیہ و معاوضہ ہو گا)۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی کرم ﷺ کو تعلیم کی قدر و اہمیت کا کس قدر احساس تھا اور آپ دیکھ رہے تھے کہ آئندہ وہی قوم کامیاب ہو گی، جو تعلیمی میدان میں آگے بڑھے گی۔اس حوالہ سے نبی اکرم ﷺ کے وہ فرامین بھی ملحوظ رکھے جا سکتے ہیں جو اسلام نے تحصیل علم اور علماء کے فضائل و مناقب میں آپ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں، بہر حال آپ علیہ السلام کی احادیث مبارکہ سے تعلیمی فکر کی بنیادیں بھی ملتی ہیں، اور تعلیمی افکار بھی، جن میں سے چند اہم افکار کا تذکرہ حاصل مطالعہ کے طور پر ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

حدیث سے ملنے والے تعلیمی افکار

تعلیم کا آغاز

1. تعلیم کا آغاز پہلے دن سے کرنا چاہئے لہذا کان میں آذان دینا، گھٹی کی صورت میں کھانے پینے کے طریقے اور آداب، اسی طرح طہارت کی لاشعوری طور پر تعلیم کا آغاز کر دیا جاتا ہے۔
2. بچے کو جیسے جیسے صلاحیتیں ملتی جائیں گی، ویسے ویسے اس کی تعلیم آگے بڑھتی جائے گی۔
3. جب بولنا سیکھے تو الفاظ اچھے سکھائے جائیں۔
4. بچپن سے اعلیٰ صفات کی تربیت دی جائے، جیسا کہ عورت کو تنبیہ فرمائی کہ اگر چیز کی لالچ میں بچے کو بلا رہی تو یہ جھوٹ لکھا جائے گا۔
5. سات سال سے باقاعدہ تعلیم کا آغاز کیا جائے، اور اس عمر میں سختی کی بجائے ترغیبی انداز اختیار کیا جائے۔[7]
6. دس سال کی عمر سے بچے کو علم پر عمل کرنے اور لازمی اعمال پر مجبور کرنے کے لیے سختی کی جائے۔[8]
7. والدین، اساتذہ، معاشرہ اور حکومت بچوں کو تعلیم دینے میں اپنا اپنا کردار ادا کریں (کھانے کے آداب میں آپ ﷺ نے ابن عباس کو تعلیم دی)۔

8. تعلیمی اور علمی اقدار کو منظم کرنا اور بامقصد بنانا۔
9. تعلیم کے لیے مخصوص مقامات کا مختص کرنا۔
10. اساتذہ اور طلبہ کے لیے وظائف کا اہتمام
11. مہارتوں کی بنیاد پر اساتذہ ہ کا انتخاب۔
12. علمی وحی کی تمام علمی نظریات کی بنیاد رکھنا جو قرآن وحدیث پر مشتمل ہوں۔
13. خواتین کی تعلیم ضروری ہے،
14. خواتین کی تعلیم شرعی حدود کے ساتھ ہو گی،
15. خواتین کو شرعی قواعد کے ساتھ گھر سے نکلنے کی آزادی ہو گی،
16. خواتین کے تعلیمی شعبے مردوں سے الگ ہونگے اور کچھ شعبوں میں مرد وعورت کی رسائی جائز ہو گی، جبکہ کچھ شعبے مردوں کے لیے خاص کیے گئے،
17. عورتوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے،
18. شرم وحیاء لازمی تعلیم میں رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے،

کس طرح کی تعلیم کو ترجیح حاصل ہو گی؟

1. عقائد (ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، ایمان بالرسل، ایمان بالقدر، ایمان بالبعث بعد الموت)
2. طہارت جسمانی
3. عبادات
4. قرآن کریم کی تلاوت اور تجوید وغیرہ
5. کتاب اللہ کی تفہیم وتفسیر اور احادیث مبارکہ کی تعلیم
6. حلال وحرام، ذرائع آمدن اور مصارف
7. اخرجات میں میانہ روی
8. اسلام کے نظام عفت میں حیاء کی تعلیم،
9. علم نافع اور اس کے مقاصد سے معرفت
10. مسلمانوں کے باہمی حقوق وفرائض
11. خاندانی زندگی سے متعلق تعلیمی افکار

12. مختلف رشتہ داریوں، تعلق داریوں اور اداروں کے مابین خاندانی نظم کو خوبصورت، پر کشش، اور پر سکون بنانے کے لیے رویوں کی تہذیب، ذمہ داریوں اور حدود کی پہچان، اور باہمی حسن سلوک کے ساتھ ظلم و ستم اور استحصال سے روکنے کی تعلیمات، سیاسی امور سے آگاہی: جیسے قائدانہ صلاحیتوں کی نشو و نما، فوجی تربیت، نظم وضبط اور اطاعت نظم وامیر۔

13. معاشی وسائل کے حصول اور بہتر استعمال کے طریقے، حرام معاشی وسائل کی پہچان اور اس سے نفرت کے جذبات پیدا کرنا، ان کے نقصانات سے آگاہی دینا۔

نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد، امامت و خلافت حضرت ابو بکر صدیق کے سپرد ہوئی۔ اس وقت حالات اس قدر شدید اور مخالف تھے، ان کے ایمان، تقوی اور صحابہ کی مکمل رفاقت تھی، کہ اسلام کئی بڑے بحران سے بچ گیا اور حالات پھر سے مسلمانوں کے کنڑول میں آگئے۔ آپ کو زیادہ موقع نہ ملا صرف سوا دو سال حکومت کی اور آپ جمادی الثانی 13ھ کو وفات پا گئے اور جاتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو نامزد کر گئے، حضرت عمر فاروق کا دور حکومت اسلامی تاریخ کا سنہری دور ہے، جہاں زیادہ توجہ فتوحات کی طرف رہی، وہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ریاست اسلامی کے دیگر معاملات پر بہت زیادہ توجہ کی۔ خصوصا تعلیم کے حوالے کچھ ایسے اقدامات اٹھائے جو ان کی تعلیمی فکر کے غماز ہیں۔

حسب ذیل چند اہم مسلم مفکرین کے تعلیمی افکار و نظریات کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے، اسلام کا آغاز نبی اکرم ﷺ کے دعوی نبوت ورسالت سے ہوا، اس اعتبار سے نبی اکرم ﷺ معلم اول ہیں، تعلیم کے حوالہ سے جو افکار و نظریات نبی اکرم ﷺ کے ہیں، اتنے جامع اور اہم خیالات و نظریات کسی اور شخصیت کے نہیں ہو سکتے۔ آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین کا نمبر آتا ہے، بعد ازاں آئمہ و محدثین اور دیگر ماہرین کا، اولاً چند اہم مسلم مفکرین کے اسماء گرامی تذکرہ کرنے کے بعد، کچھ مفکرین کے افکار و نظریات کو بیان کیا جارہا ہے:

1۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ، 2۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ، 3۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ، 4۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ، 5۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا، 6۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ، 7۔ امام شافعیؒ، 8۔ امام احمد بن حنبل، 9۔ امام بخاری (محمد بن اسماعیلؒ)، 10۔ امام ابن تیمیہؒ، 11۔ ابن خلدونؒ، 12۔ امام غزالی، 13۔ شاہ ولی اللہ، 14۔ نواب صدیق حسن خانؒ، 15۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، 16۔ سر سید احمد خان، 17۔ نواب محسن الملک، 18۔ نواب عماد الملکؒ، 19۔ علامہ عبداللہ یوسف علی، 20۔ صاحب زادہ آفتاب احمد خان، 21۔ مولوی فضل الحق، 22۔ صاحبزادہ سر عبد القیومؒ، 23۔ پروفیسر عبد المجید قریشی، 24۔ سر شاہ محمد سلمانؒ۔

حضرت ابو بکر صدیق کے تعلیمی افکار

حضرت ابو بکر صدیق کسی تعارف کے محتاج نہیں خلیفہ اول اور نبی ﷺ کے سفر و حضر کے ساتھی ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق کے افکار میں حدیث (قولی، فعلی، اور تقریری) بلا چوں چراں اور بغیر کسی قیل و قال کے، اساسی لینے کی واضح مثالیں ملتی ہیں، آپ کے تعلیمی افکار میں حدیث کی اساسی حیثیت، قرآن کریم کی تائید، شرح و تفسیر، تخصیص و تقید، اور مستقل بالذات حجت کے طور پر قبول کیا ہے مثلاً لشکر اسامہ کی

روانگی میں حضرت ابو بکر نے لوگوں کے اشکالات واعتراضات کے باوجود انہیں امارت پر بھی مامور رکھا اور روانہ بھی فرمایا[9]، قرآن مجید کی آیت کریمہ ہے:

﴿یاأیھا الذین آمنوا علیکم أنفسکم لا یضرکم من ضل إذا اھتدیتم﴾[10]

(اے ایمان والو! اپنی فکر کرو جب تم راہ راست پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔)

ابو بکر نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! تم اس کا غلط مفہوم مراد لیتے ہو اسے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے ساتھ رکھ کر پڑھا اور سمجھا جائے۔ وہ حدیث مبارک یہ ہے:۔((إن الناس اذا راو الظالم فلم یاخذوا علیٰ یدیه اوشک ان یعمھم الله بعقاب))۔[11] (بے شک لوگ جب ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ اس پوری قوم کو عذاب میں مبتلاء کردے گا)۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حدیث مبارک کس قدر اہمیت کی حامل ہے۔[12]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تعلیمی افکار

آپ کا شمار جلیل القدر اور عشرہ مبشرہ صحابہ میں ہوتا ہے، آپ کی اہمیت، فضیلت اور قدر و منزلت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ کئی موقعوں آپ کی رائے کے موافق قرآن مجید کا نزول ہوا، آپ کی ہی رائے بلکہ اصرار پر قرآن مجید مدون کیا گیا۔[13] آپ نے نہ صرف تمام مفتوحہ ممالک میں باقاعدہ مکتب اور دارے قائم فرمائے بلکہ تنخواہ دار معلم بھی مقرر کیے، کتابت کی تعلیم کا خصوصی اہتمام فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والوں کے لیئے تعلیم لازمی قرار دی خصوصاً عرب کے بدووں پر جبر کیا جاتا۔ اس حوالہ سے ایک خصوصی معلم ابوسفیان کو مقرر کیا گیا جو چند احباب کے ساتھ قبائل میں چکر لگاتا، جسے قرآن مجید کا کچھ حصہ بھی یاد نہ ہو تو اسے سزا دی جاتی تھی۔[14]

قرآن مجید کے وہ حصے جن میں احکامات و مسائل ہیں ان کو یاد کرنا لازم قرار دیا اہل کوفہ کے نام ایک خط میں لکھا:۔"تعلموا سورة النساء و الاحزاب ، والنور"[15] (سورۃ نساء، احزاب اور نور سیکھو۔) بچوں کی تعلیم و تربیت کے حوالہ سے بھی آپ بہت حساس تھے، اہل مصر کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:۔"علموا اولادکم العلوم و الفروسة و روھم ما سار عن المثل وحسن من الشعر"[16] (اپنے بچوں کو تیراکی، گھڑ سواری، ضرب الامثال اور اچھے اشعار بھی انہیں سکھاؤ۔) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تعلیم کا کس قدر اہتمام فرمایا کرتے ہیں! ۔ علاوہ ازیں حدیث کے حوالہ سے ان کی فکر اور نقطہ نظر بہت مختلف اور محتاط تھا۔ لیکن اشاعت حدیث کا خصوصی اہتمام فرمایا، کبار صحابہ کو مختلف مقامات پر حدیث کے معلم بنا کر روانہ فرمایا، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ان کے علاوہ کسی کی روایات قبول نہ کی جائیں۔ اور روایات کی قبولیت میں حد درجہ احتیاط برتتے تھے۔ اس کا اندازہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جو ذیل کی حدیث میں بیان ہوا ہے:۔

((عن ابي سعید الخدری یقول کنت جالسا بالمدینة فی مجلس الأنصار فأتانا أبو موسى فزعا أو مذعورا. قلنا ما شأنك قال

إن عمر أرسل إلى أن آتيه فأتيت بابه فسلمت ثلاثا فلم يرد على فرجعت فقال ما منعك أن تأتينا فقلت إنى أتيتك فسلمت على بابك ثلاثا فلم يردوا على فرجعت وقد قال رسول الله –صلى الله عليه وسلم إذا استأذن أحدكم ثلاثا فلم يؤذن له فليرجع ۔ فقال عمر أقم عليه البينة وإلا أوجعتك. فقال أبى بن كعب لا يقوم معه إلا أصغر القوم. قال أبو سعيد قلت أنا أصغر القوم. قال فاذهب به.))[17]

(حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں مدینہ میں انصار کی مجلس میں تھا، تو حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے ہمارے پاس آئے، ہم نے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا تھا میں ان کی خدمت میں ان کے دروازے پر پہنچا اور تین دفعہ سلام کرنے کے باوجود جواب نہ پاکر میں واپس چلا گیا تو اگلے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم ہمارے پاس کیوں نہیں آئے؟ میں نے عرض کیا، میں آیا تھا، تین دفعہ سلام بھی عرض کیا تو جب جواب نہ ملا تو واپس چلا گیا، اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان گرامی ہے، کہ "جب تم میں سے کوئی تین دفعہ اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس پر گواہ پیش کرو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا، ان کے ساتھ حاضرین میں سے سب سے کم عمر جائے گا، ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کہا میں سب سے چھوٹا ہوں، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا، اسے لے جاؤ)۔

اس واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کمال درجہ احتیاط کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت عمر محتاط ہونے کے باوجود حدیث رسول کو بطور اساس لیتے تھے، مثلا سید نا عمر نہایت جری اور توکل علی اللہ پر یقین رکھے تھے، لیکن جب بیت المقدس کی فتح پر معاہدے لے لیے گئے تو پتہ چلا کہ وبائی مرض طاعون پھیلنے کی خبریں ہیں لہٰذا آبادی میں داخل ہونا پسند نہیں کیا، اور حدیث سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ جب کسی مقام پر وبائی مرض پھیلے، وہاں سے نہ کوئی باہر جائے اور نہ ہی کوئی اندر داخل ہو۔[18] مزید یہ کہ کسری کے ملک پر فتح پانے اور اس کے خزانے پر رسائی ہو جانے کے بعد فوراً سراقہ کو بلایا اور کنگن آپ ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق اسے دے دیئے۔[19] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کی ہی قائم کردہ خصوصی کابینہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب فرمایا، مگر حالات ہاتھوں سے نکل رہے تھے اور مزید فتنے پیدا ہو گئے، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو 18 ذی الحجہ 35ھ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تعلیمی افکار

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور فتنوں سے بھرپور اور آپ انھی کا شکار ہو کر جابر شہادت نوش کر گئے آپ نے لمبا عرصہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ گزارہ آپ سے متاثر ہوئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شورش کے دوران لوگوں کے شدید مطالبے کے باوجود خلوت خلافت کو اتارنے کے لیے تیار نہ ہوئے، کیوں کہ حدیث پر اس کی اساس ہے[20]۔

اس حوالے سے ڈاکٹر علی محمد الصلابی لکھتے ہیں:

"آپ نے اپنی رعیت کی صحیح معنوں میں رہنمائی فرمائی اوراس پر آپ رحہ مکمل قدرت بھی رکھتے تھے اور انھیں ان کے واجبات کی تعلیم اور علم وتجربہ کی روشنی میں حاصل شدہ افکار وخیالات اور تجربات کو ان تک منتقل کرنے کی صلاحیت آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھی تاکہ وہ دعوت وتردبیت تعلیم وجہاد اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تیاری کے میدان میں ترقی کریں"[21]۔

ڈاکٹر علی محمد الصلابی مزید لکھتے ہیں:

"اس حوالے انکا خطبہ خلافت بہترین مثال ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: یقیناتم امن میں ہو اور عمر کے آخری حصے میں حتیٰ المقدور موت سے قبل نیکیاں کرلو موت صبح یا شام آکر رہے گی خبر دار یقینادنیا کی فطرت میں دھوکا ہے لھذا دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے جو گزر چکے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو"۔[22]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ آخرت کی فکر میں رہتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تعلیمی افکار

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار بھی جلیل القدر اور ممتاز صحابہ میں ہوتا ہے، آپ کی زندگی کا اکثر حصہ نبی اکرم ﷺ کی معیت میں بسر ہوا، اور آپ نے نبی اکرم ﷺ سے بہت کچھ سیکھا، حضرت علی کے سامنے اگر کوئی حدیث پیش کی جاتی تو آپ اس سے قسم لیتے تھے، اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت مختصر رہا اس میں بھی مسلمانوں کی جنگ وجدال کی بنا پر اپنے تعلیمی افکار کے مطابق معاشرہ کو ڈھالنے کا موقع نہیں ملا، لیکن ان کے بعض اقدامات کی مدد سے ان کے افکار پر حدیث کے گہرے اور نمایاں اثرات نظر آتے ہیں، مثلاً: قاضی اور حاکم کے مابین تعلقات، اسلامی سلطنت میں عوام کے لیے عدل وانصاف کی اہمیت، فکر میں تعصب اور شدت پسندی سے احتراز، اسی طرح جب قرآن کو حکم تسلیم کیا تو اس کی تفسیر وتوضیح میں حدیث کو دراصل بطور اساس لیا گیا۔ جس طرح آپ نے بیش تر وقت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ گزارا ایسی طرح آپ تعلیم کے میدان میں طالب علم کے لیے استاد کے ساتھ گہرا لگاؤ اور تعلق ضروری خیال کرتے تھے، چناچہ آپ کا فرمان ہے:۔ ''استاد کی طویل صحبت سے سیر نہ ہو اس کی مثال کھجور کے درخت کی سی ہے، تم انتظار کرو کب تم پر اس سے کوئی چیز گرتی ہے۔''[23]مزید فرماتے ہیں:۔ ''سارا علم محفوظ نہیں کیا جا سکتا لہٰذ ہر علم میں سے اچھے پہلوؤں کا انتخاب کر کے انہیں اخذ کرلو''۔[24]مزید فرمایا:۔ ''علم سیکھو ،اس کی معرفت حاصل کرو، اور اس پر عمل کرو پھر اہل علم کہلاؤ گے''۔[25] اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کس قدر راہنمائی فرمائی، خلفاء میں سے ان دو حضرات عمر و علی نے رضی اللہ عنہما علم و تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔ جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی الگ سے منفرد حیثیت عیاں ہے، وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی پیچھے نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال کا انسائیکلوپیڈیا کی صورت میں ایک ضخیم مجموعہ شائع ہوا ہے جو محمد مغفور الحق کا مرتب کردہ ہے اور 650 صفحات پر محیط ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال میں سے ہمیں رہنمائی مل سکتی ہے۔ تعلیمی نظریات کو خلفائے راشدین کے تمام ادوار میں یکساں اہمیت حاصل تھی۔ خواتین کے لیے تعلیمی سرگرمیوں کی حمایت اور سرپرستی، خواتین کے تعلیمی شعبہ جات میں خواتین سے علمی فائدہ حاصل کرنا،

مثلاً ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رائے لینا، خواتین کے لیے شرعی آداب کے ساتھ معاشی سرگرمیوں کی اجازت دینا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے تعلیمی افکار

خلفائے راشدین چوں کہ حاکم تھے اور ان کی کاوشیں انتظامی اور ادارتی نوعیت کی تھیں البتہ ان کے مقرر کردہ اور ان کے علاوہ دیگر بے شمار صحابہ کرام ہیں جنہوں نے انفرادی طور پر علم کے پھیلاؤ میں اپنا کردار ادا کیا چناں چہ علم و تعلیم کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام نمایاں ہے، جماعت صحابہ میں آپ کی روایات کی تعداد 5374 ہے، جو کہ سب سے زیادہ ہے۔[26] آپ کا نام دور جاہلیت میں عبد شمس اور اسلام میں عبد الرحمان ہے، اگرچہ نام کے حوالہ سے دیگر اقوال بھی منقول ہیں۔[27] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے تعلیمی افکار کا اندازہ ان کے اپنے طرز تعلیم و تعلم سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس قدر محنت اور جد وجہد سے کام لیتے تھے۔ آپ جنگ خیبر کے بعد تقریباً 7ھ میں مسلمان ہوئے، آپ سے قبل ہزاروں لوگ مسلمان ہو چکے تھے، پھر بھی آپ کی روایات کی تعداد سب سے زیادہ ہے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں:۔"قلت یا رسول اللہ! اسمع منک شیا فلا احفظها، قال ابسط ردائک فبسطته فحدث حدیثا کثیرا، فما نسیت شیا، حدثنی به"۔[28] (میں نے عرض کیا حضور آپ ﷺ سے جو کچھ سنتا ہوں یاد نہیں رہتا، آپ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ میں نے بچھادی، پھر آپ ﷺ نے بہت زیادہ احادیث بیان فرمائیں اس کے بعد میں کچھ نہ بھولا)۔

امام زہری بیان کرتے ہیں:۔"إنكم تزعمون أن أبا هريرة يكثر الحديث عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال ابو هريرة والله الموعد كنت رجلا مسكينا أخدم رسول الله -صلى الله عليه وسلم- على ملء بطنى وكان المهاجرون يشغلهم الصفق بالأسواق وكانت الأنصار يشغلهم القيام على أموالهم فقال رسول الله -صلى الله عليه وسلم- « من يبسط ثوبه فلن ينسى شيئا سمعه منى ». فبسطت ثوبى حتى قضى حديثه ثم ضممته إلى فما نسيت شيئا سمعته منه"[29] (تم کہتے ہو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتے ہیں، خود ابوہریرہ نے جواب دیا، میں غریب آدمی تھا پیٹ بھر کر کھانا مل جانے پر رسول اللہ کے ساتھ رہتا تھا، مہاجرین کاروبار میں مشغول رہتے اور انصار اپنے باغات اور زمینوں میں، تو ایک دن رسول اللہ نے فرمایا کہ کون ہے جو کپڑا بچھائے تو وہ مجھ سے جو کچھ سنے گا کچھ نہیں بھولے گا میں نے اپنا کپڑا بچھا دیا، آپ ﷺ نے اپنی بات پوری کی میں نے وہ کپڑا اٹھا کر اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا اس کے بعد آپ ﷺ جو کچھ بھی بیان فرماتے تھے میں سن لیتا اور یاد ہو جاتا)۔ حضرت ابوہریرہ کے افکار سے معلوم ہوتا ہے:

1. علم کی شدید تڑپ اور حرص ہونی چاہیے۔
2. حافظہ بھی مضبوط ہونا چاہیے
3. حصول علم کے لیے سب مصروفیات کو ختم کر دینا چاہیے

4. اساتذہ کے ساتھ گہرا تعلق اور وابستگی ہونی چاہئے

5. زیادہ تعلیم کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت صرف کرنا چاہئے

صحابہ کرام کے تذکرہ میں اگرچہ متعدد نام اور ان کے کارہائے نمایاں ذکر کیے جاسکتے ہیں، لیکن یہاں ان سب کو جمع کرنا مقصود نہیں۔ یہاں ان معروف اسلامی شخصیات کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جنہیں بالخصوص علم کے پھیلاؤ میں بھرپور کردار ادا کرنے کا موقع ملا۔

امام شافعیؒ کے تعلیمی افکار

آئمہ میں تعلیم و تعلم کے اعتبار سے اہم نام امام شافعیؒ کا بھی ہے، آپ کی ولادت 150ھ کی ہے۔[30] ان کے اپنے احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی تعلیم کا آغاز سات سال کی عمر میں حفظ قرآن سے کیا، بعد ازاں حفظ حدیث کی طرف متوجہ ہوئے، حصول حدیث کا شوق انہیں بے تاب رکھتا تھا، حالت یہ ہوتی تھی کہ کوئی حدیث سنی اور از بر ہو گئی، پھر کبھی اسے کپڑے پر لکھ لیتے کبھی کھال پر کبھی کوئی بیاض تیار کر لیتے اور اس کے اوراق پر جو کچھ یاد کرتے، قلم بند کر لیتے۔[31] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس دور میں امام شافعیؒ تعلیمی مراحل سے گزر رہے تھے مسلمانوں کے تعلیمی افکار کیا تھے۔یعنی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے ہوتا تھا پھر احادیث نبویہ اور دیگر علوم کی طرف رغبت ہوتی تھی، اور ایسے علوم جو مذہب اور دین کے اعتبار سے نقصان دہ ہوتے، ان سے بچا جاتا تھا، اور امام شافعیؒ ان کے خلاف تھے۔اس حوالہ سے ابوزھرہ لکھتے ہیں:۔لذٰلک اثرعن الشافعی النھی عن الشتغال بعلم الکلام فقد کا ن یقول حکمی فی اصحاب الکلام ان یضرب بالجرید۔[32] (امام شافعیؒ علم الکلام میں مشغولیت کے مخالف تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اہل علم کلام کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ انہیں مارا جائے)۔اس سے ان کی تعلمی فکر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ حقیقی علم وہ ہے جو نافع ہو، ایسا علم جس سے شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہوں اس کے قریب بھی نہیں جانا چاہیئے۔

1. امام شافعی علم فقہ میں خبر واحد کی حیثیت پر جاندار نظریہ رکھتے ہیں اور اس ضمن میں اصول کی ترف جھکاؤ رکھتے ہیں اس کی تفصیل کتاب الرساہ سے واضح ہو جاتی ہیے۔
2. قرآن حکیم سے احکام کے استنباط میں حدیث کی اساسی حیثیت کا وہ اظہار کرتے ہیں، وہ ان کے تعلیمی افکار میں حدیث کے کرداد کو نمایا مقام دیتا ہے، اس طرح کتاب "الام" میں اس کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔
3. خواتین کے گھر سے نکلنے کے خلاف تھے لیکن حدیث کی بناپر خواتین کو مسجد آنے کی اجازت دی۔[33]
4. خواتین کی تعلیم کی بنیادیں حدیث شریف سے ملتی ہیں[34]، اور اس میں فضائل کے ساتھ ساتھ کی عملی خوششیں بھی شامل ہیں، اس بناپر خلفائے راشدین اور بعد کے ادوار میں ہم دیکھتے ہیں کہ تعلیمی سر گرمیوں کا باقاعدہ اہتمام ہوتا تھا، انہی شرعی امور اور آداب کے ساتھ تعلیم کا حق دیا گیا، خواتین کے معاشی حقوق اور سر گرمیوں کے قبول میں اصلا حدیث ہی بنیاد ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے تعلیمی افکار

مسلم مفکرین میں ایک اہم نام امام احمد بن محمد بن حنبلؒ کا بھی ہے، آپ علمی مقام و مرتبہ کے اعتبار سے بلند درجہ پر فائز ہیں اور بڑے بڑے کبار ائمہ نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے، امام شافعیؒ آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: انت اعلم باخبار صحاح منا فاذا کان خبر صحیح فاعلمنی حتی اذھب اللیه کوفیا او کان مصریا اور شامیا۔[35] (آپ صحیح روایات میں مہارت میں ہم سے فائق ہیں جب کوئی صحیح روایت ہو تو ہمیں بتلایا کیجئے کہ ہم بھی اسے حاصل کریں وہ جس علاقہ میں بھی ہو، کوفہ مصر یا شام میں ہو)۔ امام احمدؒ کے اپنے طرز تعلم سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان کے تعلیمی افکار میں یہ بات شامل تھی کہ اپنے سے بڑے کسی بھی عالم اور فقہیہ سے علم حاصل کرنا عار نہیں سمجھتے تھے، اس دور میں معروف معنوں میں کوئی خاص تعلیمی ادارے تو نہ تھے، البتہ انہوں نے انفرادی طور پر جن آئمہ سے استفادہ کیا ان میں امام شافعیؒ شامل ہیں۔ ابو زہرہ اس حوالہ سے رقم طراز ہیں:۔ولکن ذلک الزم تعلمھم شافعی و روای منه عقلا انه مثال عظیم لا یصح ان یفوت طالب العلم کتاب و سنه۔[36] (امام احمدؒ نے امام شافعیؒ سے سیکھا اور انہیں سے علم و فقہ بھی حاصل کیا یہ بہت بڑی مثال ہے، اور ہر وہ طالب جو کتاب و سنت کا طالب ہو اسے اس میں پیچھے نہیں رہنا چاہئے)۔

امام احمدؒ کی زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علم سے کسی قسم کا دنیاوی فائدہ نہیں اٹھاتے تھے بلکہ ایسا کرنا بہت بڑا جرم سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ امام شافعیؒ نے انہیں یمن کا قاضی بننے کی پیش کش کی تو مقاصد علم میں اس کو شامل نہ کرتے ہوئے انکار کر دیا: انما اختلف الیک لاجل العلم المذھد فی الدنیا فتامر نی ان ال القضا، ولو لا العلم لماکلمک بعد الیوم [37] (میں آپ کے پاس ایسے علم کی وجہ سے آتا ہوں جو دنیا سے بے رغبتی کا درس دیتا ہے، اور آپ چاہتے ہیں کہ میں عہدہ قضاء قبول کر لوں؟ اگر علم کا معاملہ نہ ہوتا تو میں کبھی آپ سے بات بھی نہ کرتا)۔ امام احمد اپنی رائے اور قیاس پر ضعیف حدیث کو بھی ترجیح دیتے تھے آپ کی تعلیمی فکر یہ تھی کہ اگر حدیث کمزور بھی ہو تو بھی وہ رائے اور قیاس پر فوقیت رکھتی ہے۔ امام احمدؒ کے افکار سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم و تعلم کا واحد مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہونا چاہئے۔

امام بخاریؒ کے تعلیمی افکار

امام بخاری اس اعتبار سے منفرد حیثیت کے مالک ہیں کہ اسلامی تاریخ میں بے شمار مصنفین نے لکھا ہے، کہ ان کی تصانیف کی تعداد بھی بے شمار ہے، مگر امام بخاری کی ایک تصنیف سب پر ممتاز ہے جو "صحیح بخاری" کے نام سے معروف ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت 194ھ اور وفات 256ھ ہے۔[38] اسلامی علوم کا منبع و مرکز قرآن مجید اور احادیث مبارکہ ہیں۔ قرآن مجید کی حفاظت تو اللہ تعالی نے خود لے رکھی جبکہ احادیث میں لوگوں نے آمیزش اور ملاوٹ کرنے کی کوشش کی اس لیے آپ ﷺ نے پہلے فرمادیا: "من حدث عنی حدیثا یری انه کذب فھو احد الکاذبین"[39] (جو کوئی میری روایت بیان کرے جس کے بارے میں یہ گمان ہو کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے)

اس حوالے سے امام بخاری نے اہم خدمات سرانجام دیں ہیں اور آپ کے تعلیمی افکار پر حدیث کا غلبہ ہے۔آپ اگرچہ قیاس کے قائل ہیں مگر کثرت قیاس کے مخالف ہیں اور حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کو ناپسند کرتے ہیں، آپ نے پوری زندگی حدیث کی خدمت میں صرف کی۔ خود امام بخاری فرماتے ہیں:۔الھمت حفظ الحدیث وانا في المکتب[40] (خدانے مجھے اس وقت حفظ حدیث کا شوق دیا جب میں مکتب میں تھا) آپ نے کئی ایک علاقوں کا سفر کیا ہے، وہاں صرف اور صرف آپ نے حدیث کے میدان میں مہارت حاصل کرنے کی کوشش کی، اور خصوصا علل حدیث کے میدان میں آپ نے کمال پیدا کیا۔[41] امام بخاری نوجوانوں کو حدیث سے حاصل ہونے والے علوم کے لیے مختص کرنے کی فکر رکھتے ہے آپ شخصی اوصاف، تعمیر وتذکیہ اور علم وحکمت میں قرآن وحدیث کو ہی بنیادی حیثیت دیتے تھے مزید امام بخاریؒ کے بارے میں آتا ہے وہ چاہتے تھے:۔ طلبہ کے قلوب، علوم نبویہ کی تحصیل کے لیے بھرپور ہو جائیں[42] حدیث ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھی ،فرماتے ہیں:۔"ما اغیبت احد قط، منذ علمت ان الغیبة حرام"[43] (جب سے مجھے علم ہوا ہے کہ غیبت حرام ہے تب سے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی) تواس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے تعلیمی افکار میں حدیث ہی بنیادی حیثیت رکھتی تھیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے تعلیمی افکار

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا نام اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ میں بہت نمایاں ہے۔آپ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔آپ کا پورا نام تقی الدین ابوالعباس احمد بن شہاب عبدالحلیم بن عبدالسلام المعروف ابن تیمیہ ہے۔[44] تاریخ کے اوراق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علوم میں سب سے پہلے عقائد پر توجہ دیتے، آپ نے اپنے علاقے میں پھیلے غلط عقائد سے متعلق فتنوں کی بیخ کنی کی، اللہ تعالی کی ذات وصفات سے متعلق عوام الناس میں جو غلط فہمیاں[45] تھیں، انہیں دور کیا۔[46] اپنے دور کے دیگر فتنوں پر بھی کھل کر بحث فرمائی ہے۔مثلا صوفیہ کے عقائد و نظریات جو کہ مسلمانوں کے تعلیمی افکار کو نقصان پہنچارہے تھے۔آپ نے اس میں اصلاح کی کوشش اور مسلمانوں کو صحیح راہ دکھائی مگر اس کے باوجود انہیں مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔اور ان کی شکایت بادشاہ کے ہاں کی گئی۔[47] وہ علوم جو مسلمانوں کے لیے نقصان دہ تھے ان کی مخالفت کی خصوصا علوم عقلیہ میں علم الکلام، علم المنطق وغیرہ پر کھل کر اظہار خیال فرمایا۔آپ فرماتے ہیں:۔فإني کنت دائما أعلم أن المنطق الیوناني لا یحتاج إلیه الذکي ولا ینتفع به البلید .[48] (میں ہمیشہ سے یہ جانتا تھا کہ ذہین آدمی کو یونانی منطق کی ضرورت نہیں اور کند ذہن اس سے فائدہ اٹھا نہیں سکتا)۔یعنی ان تمام علوم کو ناپسند کرتے تھے جو حدیث سے حاصل ہونے والے افکار سے متصادم تھے جس میں تصوف، علم الکلام اور علم منطق وغیرہ شامل ہیں، اسی طرح آپ تقلید کو بھی پسند نہیں کرنے تھے کیوں کہ اس سے تمام مسلمانوں کا تعلق صاحب حدیث سے کمزور ہو جاتا ہے۔اس حوالے سے کہا جاسکتا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے دور میں مسلمانوں کے تعلیمی افکار و نظریات میں غلط سمت لے جانے والی چیزوں کو محسوس کیا اور انہیں صحیح ڈگر پر ڈالنے کی کوشش کی۔

علامہ ابن خلدون کے تعلیمی افکار

اسلامی تاریخ اور مؤرخین میں علامہ ابن خلدون کا نام نمایاں ہے، اور تعلیمی افکار میں ابن خلدون منفرد سوچ و فکر کے حامل ہیں، علامہ ابن

خلدون کے نزدیک تعلیم و تعلم قدرتی چیز ہے اور مزید فرماتے ہیں:۔"ان الانسان قد شارکته جمیع الحیوانات فی حیوانیته من الحس الحرکة الفزا روالکن وغیر ذالک انما تمیز عنها بالفکر"[49] (تمام حیوانات، حیوانیت میں انسان کے شریک ہیں حس و حرکت، غذا اور جائے پناہ کی انہیں بھی ضرورت ہوتی ہے، جیسے انسان کو البتہ غور و فکر کی عادت ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے) اس طرح ابن خلدون تعلیم کو ایک صنعت قرار دیتے ہیں، اور جہاں آبادی زیادہ ہوگی وہاں تعلیم کی صنعت بھی ترقی کرے گی۔[50] ان کے نزدیک تعلیم کا مقصد حقائق سے واقف ہونا ہے اور ان کے خیال میں حواس خمسہ کے ذریعے حاصل کیا ہوا علم ناقص ہوتا ہے۔ مکمل علم کے لیے الہامی تعلیمات کی ضرورت ہوتی ہے، جو انبیاء کی معرفت سے ہم تک پہنچتا ہے۔ اس لیے ایمان ضروری چیز ہے۔ اس امر سے واضح ہوتا ہے کہ ابن خلدون نے انبیاء پر نازل ہونے والی الہامی تعلیمات کو ہی حقیقی اور بنیادی علم تسلیم کیا ہے اور انسانی تجربہ و مشاہدہ سے حاصل کردہ علم کو وہ ناقص کرار دیتے ہیں، تو یہ حدیث ہی کی بنیاد پر ہے، ایمان کے بعد ہی صحیح علم و عمل کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ ابن خلدون کے نزدیک علم کی دو اقسام ہیں:۔

i: علوم عقلیہ ii: علوم نقلیہ

علوم عقلیہ سے مراد وہ علوم ہوں گے جو انسان غور فکر کے ذریعے حاصل کرتا ہے جیسے منطق، فلسفہ، طبعیات اور علم نجوم وغیرہ۔ علوم نقلیہ سے مراد وہ علوم ہیں جن کا سرچشمہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ ہیں، ان کی اہمیت وافادیت علوم عقلیہ کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے۔[51]

امام غزالیؒ کے تعلیمی افکار

علوم عقلیہ اور نقلیہ میں مہارت کے اعتبار سے امام غزالی کا نام نمایاں ہے اور تعلیم کے حوالے سے ان کے مخصوص افکار و نظریات ہیں۔ امام غزالی کے نزدیک حقیقت حواس خمسہ سے معلوم نہیں کی جاسکتی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو حواس خمسہ کی رسائی سے باہر ہیں، ان کو سمجھنے کے لئے شعور و عقل کے باوجود ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس چھٹی حس کے بغیر انسان حقیقت کاملہ کا ادراک نہیں کر سکتا، اس لئے ایک اور اعلیٰ حس درکار ہوتی ہے جسے الہام کا نام دیا جاتا ہے۔ جو صرف انبیا کو عطا ہوتی ہے اس اعتبار سے دوسرے انسانوں کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے انبیاء پر ایمان لائیں، ان کی تعلیمات پر عمل کریں۔ پھر امام غزالی علم کی تقسیم دو اعتبار سے کرتے ہیں ایک فرض عین اور دوسرا فرض کفایہ، اور اس طرح علم محمود اور علم مذموم، فرض عین سے مذہبی علوم کا وہ حصہ مراد ہے جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے اس میں ارکان اسلام کا علم، حلال و حرام اور دیگر واجبات و فرائض شامل ہیں، فرض کفایہ سے مراد وہ علوم ہیں جو سب کے لئے ضروری نہیں، اگر معاشرے کے کچھ افراد بھی حاصل کریں تو گزارا ہو سکتا ہے۔ مثلا: زراعت، صنعت و تجارت وغیرہ۔[52] علم محمود سے مراد وہ علوم ہوں گے جو ہر اعتبار سے پسندیدہ ہیں، ان سے یقینی فائدہ حاصل ہوتا ہے ان کی موجودگی میں انسان کے گمراہ ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اور علم مذموم سے مراد وہ علوم ہیں، جن سے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے اور جس سے اسلام نے منع بھی کیا ہے جیسے علم سحر، علم نجوم وغیرہ اور اس میں وہ تمام جدید علوم بھی شامل ہیں جن سے انسانیت کی تباہی و بربادی کا خدشہ ہے۔[53]

تعلیمی افکار میں تصور حدیث

تعلیمی افکار میں قبل از اسلام تعلیمی افکار کا جائزہ اور مسلمان مفکرین کے تعلیمی افکار کا بھی جائزہ پیش کیا جا چکا ہے قبل از اسلام تعلیمی افکار میں محدود مخصوص چیزیں ہی زیر بحث ہیں مثلاً تعلیم کے لیے عمر کی حدود قیود، تعلیم بھی مخصوص، فوجی تعلیم، پیشہ وارانہ تعلیم، عورتوں کے لیے صرف محدود تعلیم کا تصور ملتا ہے، مسلم مفکرین کے افکار میں بھی تقریباً یہی کچھ ہے مگر کچھ امتیازات موجود ہیں۔احادیث مبارکہ ہم جائزہ لیں اور ان پر نظر رکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں ایک ہمہ گیریت اور وسعت موجود ہے، اور تعلیم کے مقاصد عظیم تر بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:۔((من یرد اللہ به خیرا یفقه فی الدین))[54] (اللہ تعالیٰ جس سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی فہم عطا کرتے ہیں)۔ تعلیم کا مقصد اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ خصوصی شفقت و محبت ہے آپ ﷺ کا فرمان گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر و بھلائی چاہتے ہیں اسے علم و فقہ و فقاہت عطا کر دیتے ہیں۔ آپ ﷺ بیان فرماتے ہیں:۔((لا حسد الا فی اثنین رجل اتاہ اللہ مالافسلطه علی هلکة فی الحق ورجل اتاه اللہ الحکمة فهو یقضی بها و یعلمها))[55] (حسد دو طرح کے انسانوں سے کرنا چاہیے ایک وہ مالدار آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے حق کی راہ میں مال لٹانے کی توفیق دی ہے اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے دولت علم سے بہرہ ور کیا ہے وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور اسے دوسرے لوگوں کو سکھاتا ہے۔) غور طلب نکتہ یہ ہے کہ حسد جو اس قدر خطرناک ہے کہ سب اچھائیوں نیکیوں کو جلا کر بھسم کر دے مگر دو چیزوں میں حسد کی اجازت خود نبی اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ ان میں ایک وہ عالم و حکیم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دولت علم سے بہرہ ور کیا ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلہ بھی کرتا ہو اور لوگوں کو بھی سکھاتا ہو۔ علم کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:((من سلک طریقایلتمس فیه علماسهل اللہ له طریقا الی الجنة))[56] (جو علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلا اللہ عزوجل اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیں گے)

دنیاوی تعلیم و علوم و فنون کے فوائد ہیں مگر محدود اور کم، وہ علم جو اصل علم ہے اور وحی کا علم ہے اس کے فوائد لامحدود و بے پناہ ہیں اور دنیا و آخرت دونوں میں بلکہ آخرت میں زیادہ ہیں۔ یہی حدیث دیکھیں جو صرف علم کے راستے پر نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستے پر نہ صرف چلا دیتا ہے بلکہ راستوں کی صعوبتیں اور مشکلات دور بھی کر دیتا ہے۔ علم کے تسلسل اور دوام کی وضاحت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:((لن یشبع المؤمن من خیر سمعه حتیٰ یکون منتهاه الجنة))[57] (ایمان دار بھلائی کی بات سے سیر نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کی انتہا جنت ہوتی ہے (یعنی فوت ہو کر جنت میں داخل ہوتا ہے)۔ دنیاوی علوم و فنون میں انسان بسا اوقات مہارت حاصل کر کے بس کر دیتا ہے، رک جاتا ہے مگر دینی علوم، وحی کے علوم سے انسان سیر نہیں ہوتا بلکہ آخری دم تک حصول میں جتا رہتا ہے حتیٰ کہ موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ:

- دینی علوم کا حصول رضائے الٰہی کی دلیل ہے۔
- علم کی فضیلت بہت زیادہ ہے۔

- علم کی تحریض کے لیے آپ نے ناجائز امور کو بھی بسا اوقات جائز قرار دے دیا۔
- دینی علوم کی کوئی حد مقرر نہیں ہے عمر کی کوئی قید نہیں۔
- متعلمین کے ساتھ شاندار برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے۔
- دینی علوم کا حصول رضائے الٰہی ہونا چاہیے
- حصول تعلیم میں شرم وحیاء رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔
- ہمیں تعلیمی افکار کی ترویج واشاعت میں حدیث کو مشعل راہ بنانا چاہیے۔

References

[1]Al Hujraat: 49/16.
[2] Al Baqarah: 255/2.
[3] Al Alaq: 4-5/96
[4] Al Qazveni, Abu Abdullah, Muhammad bin Yazeed ibn Majah, Sunan ibn Maja, Haidth: 229.
[5] Al Kofi, Abu Shebat Abu Bakar Abdullah bin Muhammad, Al Musnif fi al Ahadees wa al Asaar, 1409 AH, hadith: 3882.
[6] Mubarakpuri, Safi u Rehman, Al Rahiq al Makhtoom, Darul wafa 1990, p. 270.
[7] Suleman bin Ashas, sunan abu Dauood, Kitab al Salwat, hadith: 495.
[8] Ibid.
[9] Nadvi, Shah Moiuddin, Khulafa Rashdeen, 2003, p. 40.
[10] Surat al Maidah: 105/5.
[11] Tirmizi, Abu Essa Muhammad bin Essa, Jamia Tirmizi, hadith: 2168.
[12] Dr. Ali Muhammad al Salabi, Hazrat Abu Bakar Siddique ki shakhsiyat or karname, mutarjum: Shamim Salfi, p. 228-229.
[13] Dr. Ali Muhammad al Salabi, Hazrat Abu Bakar Siddique ki shakhsiyat or karname, mutarjum: Shamim Salfi, p. 373.
[14] Ibn Hijar, Ahmed bin Ali bin Muhammad, al Asabat fi tameez al Sahaba, Egypt, 1939, p. 95/1.
[15] Farooq, Shurshed Ahmed, Rasail Umar bin al Khitab, Delhi, p. 216.
[16] Farooq, Shurshed Ahmed, Rasail Umar bin al Khitab, Delhi, p. 206.
[17] Muslim bin Hajjaj, Sahi Muslim, Riyaz, 1999, hadith: 5626.
[18] Bukhari, Sahi Bukhari, Kitab al Tib, hadith: 5396.
[19] Ibn Hijar, Ahmed bin Ali bin Muhammad, al Asabat fi tameez al Sahaba, Egypt, p.19.

[20] Najeebabadi, Akber Shah, Tareekh Khilafat Rashida, p. 252.
[21] Dr. Ali Muhammad al Salabi, Hazrat Usman R.A, mutarjum: Shamim Ahmed Salfi, p. 141.
[22] Ibid.
[23] Dr. Ali Muhammad al Salabi, Hazrat Ali R.A, mutarjum: Abdul Ghafoor Madani, Darul Salam, Lahore, p. 302.
[24] Ibid, p. 303.
[25] Ibid, p. 307.
[26] Dr., Mahmood al Tahan, Teyaser Mustalih al Hadith, Riyaz, 1987, p. 199.
[27] Al Zahbi, Shamduddin Muhammad bin Ahmed bin Usman, Seer Aelam al nibla, al Jazrari, Ibn katheer, Abu al Hassan Ali bin Muhammad Asad al Ghabat fi muarifat al sahib, p. 319/6. Beirut, 1985, p. 632/2.
[28] Tirmizi, Abu Essa Muhammad bin Essa, Jamia Tirmizi, Kitab Fazail Sahaba, hadith: 3835.
[29] Muslim, Sahi Muslim, Kitba Fazail al Sahaba, hadith: 6552.
[30] Abu Zahra, Al Shafi Hayat wa Arah Aarai wa fiqah, Darul fiqa arabi, 1948, p. 14.
[31] Ibid, p. 48.
[32] Ibid, p. 126.
[33] Abu dauood, Sunan Abu Dauood, hadith: 561.
[34] Al Qazveni, Muhammad bin Yazeed, Sunan ibn Majah, hadith: 224.
[35] Abu Zahra, ibn Humbal, Hayat wa Arah Aarai wa fiqah, Darul fiqa arabi, Beirut, p. 88.
[36] Abu Zahra, ibn Humbal, Hayat wa Arah Aarai wa fiqah, p. 177.
[37] Abu Abdullah, Muhammad Naghash, Zikar al Imam Ahmed bin Humbal, 1977, p. 26.
[38] Mubarakpuri, Abdul Salam Seerat al Bukhari, Idara Nashriyat Lahore, 1429 AH, p. 12.
[39] Muslim bin Hajaj, Sahi Muslim, Muqadima, p. 7.
[40] Al Baghdadi, Abu Bakar Ahmed bin Ali al Khateeb, Tareekh Baghadad, Beirut, p. 6/2.
[41] Mubarakpuri, Abdul Salam Seerat al Bukhari, p. 85.
[42] Ibid, p. 100.
[43] Shamduddin Abu Abdullah Muhammad bin Ahmed bin Al Zahbi, Seer Aelam al nibla, p. 441/12.

[44] Muhammad Yusuf, Kokan Umri, Imam ibn Timiya, Madras University, 1959, p. 55.
[45] Ibn Timiya, Sarh Aqeeda Wastiya, Maktaba Muhammadiya, Lahore, 2015, p. 106.
[46] Yusuf, Kokan Umri, Imam ibn Timiya, pp.170, 220.
[47] Yusuf, Kokan Umri, Imam ibn Timiya, p. 345.
[48] Al Hirani, Ahmed bin Abdul Haleem ibn Timiya, Majmoo al Fatawa, Darul Wafa, 2005, p. 82/9.
[49] Ibn Khaldon, Abdul Rehman, Muqadima ibn Khaldon, Beirut, p. 429.
[50] Ibn Khaldon, Muqadima, p. 430.
[51] Ibn Khaldon, Muqadima, p. 435.
[52] Ghazali, Abu Hamid, Muhammad bin Ahya ul Uloomudin, Beirut, p. 14-15.
[53] Abu Hamid, Muhammad bin Muhammad, Ahya ul Uloomudin, p. 22-23.
[54] Al Tirmizi, Abu Essa Muhammad bin Essa, Jamia al Tirmizi, Abwab al Ilim, hadith: 2645.
[55] Bukhari, Sahi Bukhari, Kitab al Ilim, hadith: 73.
[56] Abu Essa Muhammad bin Essa, Jamia al Tirmizi, hadith: 2646.
[57] Ibid, hadith: 2686.